تقدیروں کو مزید بوجھل بنا دیتی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ اس فریضہ کی اہمیت اور افادیت کا احساس فرمائیں تاکہ آپ خدا کی نگاہ میں بدنصیب نہ کہلائیں۔ تفصیلی احکام کے لیے اگلے شمارہ کا انتظار فرمائیں۔

کراچی میں فسادات اور ہنگامے تاوقتِ تحریر جاری ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق دو تیز رفتار ویگنیں جو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ انہوں نے ناظم آباد چورنگی کے بس سٹاپ پر کھڑی سرسید گرلز کالج کی طالبات کو لپیٹ میں لے لیا ایک منی بس کے ٹکرانے سے ایک طالبہ بشریٰ زیدی موقع پر جاں بحق ہو گئی۔ اور اس کی بہن نجمہ زیدی سمیت چار طالبات بری طرح زخمی ہو گئیں۔ پولیس نے منی بس کے ڈرائیور کو گرفتار بھی کر لیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مالی منفعت کے لالچ اور ڈرائیور کی عاقبت نا اندیشی کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا جو اجتماعی غم و غصہ اور عوامی اشتعال کا باعث بن گیا۔ جس کا ہمیں بھی سخت صدمہ ہے لیکن ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جن طلباء یا دوسرے باشندگان نے اس پر جو احتجاجی جلوس نکالے، احتجاجی پتھراؤ کیا، احتجاجی رکاوٹیں کھڑی کیں۔ اور احتجاجی آتشزنی کی روح فرسا مشعلیں روشن کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ کیا اس کا محرک صرف یہ ہے کہ کسی نے اپنی مالی منفعت کے لالچ اور اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری میں غفلت برتنے کی وجہ سے ایک بے گناہ کی جان کیوں لی اور کیوں تلف کر ڈالی، اگر یہ بات ہے تو ایک جان کے بدلے خود انہوں نے کئی بے گناہ جانیں کیوں ضائع اور برباد کر دیں اور عدالت کی طرف رجوع کرنے کے بجائے سڑکوں پر کیوں نکل آئے اور سڑکوں کی شامت کیوں آئی۔

جان ایک گئی، احتجاج کرنے والوں نے پورے شہر اور اس کے مضافات کی جانیں شکنجے میں دے دیں۔ دکانیں جن کی لوٹیں، جن کے گھروں اور کاروباری دکانوں کو آگ لگائی۔ جن پر پتھراؤ کیا۔ جو دوسری بے گناہ بسیں جلائیں۔ جن کو توڑ پھوڑ کر تباہ کیا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس عزیزہ بچی کے اتلاف میں انکا بھی ہاتھ ہے، سارے شہر کا امن اور سکون برباد کر ڈالا۔ اس میں عورتیں، بچے، بے گناہ مسافر، راہی سبھی لوگ آگئے ہیں۔ کیا کوئی باور کر سکتا ہے کہ یہ سبھی کچھ صرف ایک مظلوم طالبہ کے حادثہ کا ردِعمل ہے؟۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں سوچ لینا چاہیے کہ خدا کو بھی اس کا جواب دینا ہے۔ بسوں کے حادثے روز ہوتے ہیں۔ ہر جگہ، ہر شہر اور ہر روز ہوا ہے۔